فہمِ قرآن میں مشکلات اور اُن کا حل

پروفیسر ڈاکٹر حافظ افتخار احمد

Abstruct

In the article first of all we explained the condition for Mufessar in which ignorance (of them) create a problem for the understanding for the Holy Quran. Same is the case weakness of the creed and love of material World, Kiber continually disobediently of the order of the Almighty Allah are all counted the barrier for the understanding of the Holy Quran. For example Heretics Proud following there own vain desire Love of the martial World insists on sins we in this article present the solution of the problem for the understanding for the Holy Quran.

Followed his own vain Desire (اپنی نفسانی خواہش کی اتباع)

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ﴾(۱) ترجمہ: (ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان ذریعہ بنا دیا ہے، پھر کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟)۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا﴾(۲) ترجمہ: (کیا ان لوگوں نے قرآن پر غور نہیں کیا، اُن کے دلوں پر قفل چڑھے ہوئے ہیں)۔

بدعتی

قرآن کریم کو وضاحت سے بیان کرنے کے لیے جو لفظ اہل علم میں متعارف ہے وہ لفظ "تفسیر" ہے۔ اصطلاح میں تفسیر کے معنی (مقررہ قیود کا لحاظ رکھتے ہوئے جن کا ذکر آگے آ رہا ہے) قرآن کریم کی تشریح، توضیح اور تفصیل کرنا، اس کے مشکل الفاظ اور جملوں کے مفہوم و مطلب کو ظاہر کرنا۔ علماء نے تفسیر کی کئی تعریفیں بیان کی ہیں۔ ڈاکٹر محمد حسین الذہبی تفسیر

چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور

کی مختلف تعریفات تحریر کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ "تفسیر ایسا علم ہے جس میں انسانی استطاعت کی حد تک مراد الٰہی کو واضح کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس بنیاد پر علم تفسیر ہر اس علم کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے جس پر مراد الٰہی کا سمجھنا موقوف ہو"۔(۳) اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآنِ مجید میں دیئے گئے احکام وہدایات کا سمجھنا اور اُن پر عمل کرنا نہ صرف یہ کہ سب انسانوں کے لیے آسان ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ضروری بھی ہے۔

قرآن پاک کا اعجاز ہے کہ ہر عقل مند انسان اس سے اپنی عقل اور علم کی بنیاد پر مستفید ہوسکتا ہے۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے علم سے وافر حصہ عطا فرمایا ہے اور انہوں نے اپنی زندگی میں فہم قرآن کے لیے وقف کی ہے اور وہ فہم قرآن کے بنیادی تمام علوم سے بہرہ ور ہیں اور تدبر قرآن میں منہمک رہتے ہیں۔ وہ اس بحرِ بیکراں میں غوطہ زن ہو کر اس میں پنہاں علم کو بیان کرتے رہتے ہیں اور دنیا میں اس وقت تفسیر کا تحریری سرمایہ انہی اہلِ علم کی بدولت موجود ہے، اور ان کی کاوشوں کی بہترین مثال ہے۔

مشکلات: 1۔ آئمہ تفسیر نے مفسر اور مترجم قرآن کے لیے جن علوم کو ضروری قرار دیا ہے اگر کوئی آدمی ان علوم کو حاصل کیے بغیر قرآن مجید کا ترجمہ یا تفسیر کرے گا تو وہ قابل قبول نہیں ہوگا تو ایک مشکل ان علوم سے عدمِ واقفیت ہے۔ وہ علوم درج ذیل ہیں:

۱۔ علم لغت عربیہ	۲۔ علم نحو۔	۳۔ علم صَرف
۴۔ علم الاشتقاق	۵۔ علم المعانی	۶۔ علم البیان
۷۔ علم البدیع	۸۔ علم القراءت	۹۔ علم اصول دین
۱۰۔ علم اصول فقہ	۱۱۔ علم اسباب النزول والقصص	۱۲۔ علم ناسخ ومنسوخ
۱۳۔ علم فقہ	۱۴۔ علم الحدیث	

۱۵۔ علم الموہبہ (۴)(یعنی وہ صحیح ذوق باطنی نور اور فہمِ صحیح جو انسان کو علم صحیح، عمل صالح اور اس کے زہد وتقویٰ کی برکات سے من جانب اللہ عطا ہوتا ہے جس کی بدولت کلام اللہ کے معارف واسرار اور لطائف اس پر منکشف ہوتے ہیں)۔

ابن ابی الدنیا فرماتے ہیں کہ علوم القرآن اور جو علوم وحقائق ان سے مستنبط ہوتے ہیں وہ ایک ناپید کنار سمندر ہے (علوم مذکورہ حقائق قرآنی کے لیے کافی نہیں ہیں) بلکہ یہ علوم مفسر کے لیے بمنولہ آلہ کے ہیں کہ ان کے ذریعے مفسر قرآن کریم کے مفہوم کو حاصل کرسکتا ہے۔ جو شخص ان اصول وقواعد کے تحت تفسیر کرے گا۔ اس کی تفسیر قابلِ اعتبار ہوگی اور جو بغیر ان

علوم کو حاصل کیے ہوئے تفسیر کرنے لگے وہ تفسیر بالرائے ہوگی جس کی ممانعت نہایت تاکید کے ساتھ کردی گئی ہے۔
علم الموھبہ بظاہر غیر اختیاری اور محض عطائے الٰہی ہے جو انسان کی قدرت اور اس کے کسب واکتساب سے خارج معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جن اسباب واحوال پر یہ علم عطا ہوتا ہے وہ اختیاری ہے یعنی انسان کا عملِ صالح، اس کا خلوص، زہد وتقویٰ، شہوات ومعاصی سے پرہیز کرنا اور انابت الی اللہ۔ یہ تمام امور چونکہ اختیاریہ ہیں اس لیے اس علم الموھبہ کو اختیاری علوم میں شمار کیا جا سکتا ہے۔(۵)

فہم قرآن مجید کے موانعات: علامہ بدرالدین زرکشی اپنی کتاب "البرھان فی علوم القرآن" میں ذکر فرماتے ہیں کہ کسی ایسے شخص پر وحی الٰہی کے معارف واثرات منکشف نہیں ہو سکتے اور نہ ہی اس کو فہم قرآن سے کوئی حصہ حاصل ہو سکتا ہے:

۱۔ جس کے دل میں بدعت کی گندگی بھری ہو۔ ۲۔ کبر وغرور ۳۔ خواہشات نفسانیہ
۴۔ حب دنیا ۵۔ گناہوں پر اصرار ۶۔ ایمان واعتقاد کمزور ہو۔(۶)

یہ تمام باتیں فہم قرآن اور وحی الٰہی کے اسرار سمجھنے کے لیے حجاب اکبر ہیں۔قرآن کریم کی درج ذیل آیت اسی مضمون کی طرف اشارہ کر رہی ہے "سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ"(۷) (میں رُخ پھیر دوں گا اپنی آیات (اور نشانیوں) اُن لوگوں کا جو زمین میں تکبر کرتے ہیں) تو معلوم ہوا کہ تکبر کرنے والوں کو کلام الٰہی کے فہم سے دور کر دیا جاتا ہے۔سفیان ابن عیینہ سے یہی منقول ہے۔(۸) اہلِ علم نے درج ذیل امور کو عملی کمالات میں شمار کیا ہے ان کا فقدان بھی فہم قرآن کی مشکلات میں اضافہ کا باعث بنتا ہے۔

۱۔ علم کا عمق اور اُس کا رسوخ۔ ۲۔ قلب کی طہارت۔ ۳۔ تکلف اور تصنع سے اجتناب۔
۴۔ اعتقاد وحق پر قائم ہونا۔
۵۔ اقامتِ دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہمہ وقت مستعد رہنا اور اپنی زندگی اسی پر گزارنا۔(۹)

فہم قرآن کی مشکلات میں کچھ تو علمی مباحث ہیں جن کا اہل علم ذکر کرتے ہیں۔ان میں ایک قسم جس کا ذکر "متشابھات القرآن" کے نام سے کیا جاتا ہے جو محکم کے مقابلے میں آتا ہے۔اس کی بنیاد سورۃ ال عمران کی آیت ۷ ہے۔

"هُوَ الَّذِي أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ
وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ

الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاء تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلاَّ اللّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلاَّ أُوْلُواْ الألْبَابِ"(۱۰)

وہی اللہ تعالی ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری جس میں واضح مضبوط آیتیں ہیں جو اصل کتاب ہیں اور متشابہ آیتیں ہیں۔پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ تو اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، فتنے کی طلب اور ان کی مراد کی جستجو کے لیے حالانکہ ان کے حقیقی مراد کو سوائے اللہ تعالی کے کوئی نہیں جانتا اور پختہ ومضبوط علم والے یہی کہتے ہیں کہ ہم تو ان پر ایمان لا چکے، یہ ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو صرف عقل مند حاصل کرتے ہیں۔

اس آیت کریمہ نے قرآنی آیات کی طرح انسانوں کو بھی دو حصوں میں تقسیم کردیا ہے اور ہر ایک کے رویہ کا بھی ذکر کیا ہے۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جن انسانوں کے دلوں میں کج روی ہے وہ متشابہ آیات میں فتنہ اور تاویل کے درپے رہتے ہیں اور جن کو اللہ تعالی رسوخ فی العلم سے وافر حصہ عطا کرتا ہے۔وہ آن ایات پر ایمان رکھتے ہیں اور بلاوجہ بال کی کھال نہیں اتارتے بلکہ ان کا رویہ ایمان وتسلیم کا ہے۔

۵۔ ا۔ فہم قرآن میں مشکلات کی ایک وجہ بعض فنی مباحث ہیں جیسے آیات کی نحوی ترکیب مثلاً سورۃ البقرۃ کی آیت(102)

وَاتَّبَعُواْ مَا تَتْلُواْ الشَّيَاطِينُ عَلَى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيْاطِينَ كَفَرُواْ يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولاَ إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلاَ تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ وَمَا هُم بِضَآرِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلاَّ بِإِذْنِ اللّهِ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلاَ يَنفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُواْ لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الآخِرَةِ مِنْ خَلاَقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْاْ بِهِ أَنفُسَهُمْ لَوْ كَانُواْ يَعْلَمُونَ"(۱۱)

"اوران (ہزلیات) کے پیچھے لگ گئے جو سلیمان کے عہد سلطنت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے مطلق کفر

کی بات نہیں کی بلکہ شیطان ہی کفر کرتے تھے کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور ان باتوں کے بھی (پیچھے لگ گئے) جو شہر بابل میں دو فرشتوں (یعنی) ہاروت اور ماروت پر اتری تھیں۔ اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو (ذریعہ) آزمائش ہیں۔ تم کفر میں نہ پڑو۔ غرض لوگ ان سے ایسا (علم) سیکھتے جس سے میاں بیوی میں جدائی ڈال دیں۔ اور اللہ کے حکم کے سوا وہ ایسے (علم) سے کسی کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے تھے۔ اور کچھ ایسا (علم) سیکھتے جو ان کو نقصان ہی پہنچاتے اور فائدہ کچھ نہ دیتے اور وہ جانتے تھے کہ جو شخص ایسی چیزوں کا خریدار ہوگا اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور جس چیز کے عوض انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا وہ بُری تھی۔ کاش وہ (اس بات کو) جانتے۔

سورۃ النساء آیت نمبر (159)

۲۔ وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا"(۱۲)

ترجمہ: "اہل کتاب میں ایک بھی ایسا نہ بچے گا جو حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لاچکے اور قیامت کے دن آپ ان لوگوں پر گواہ ہوں گے۔"

اس آیت کریمہ میں "بہ" "موتہ" میں ضمیر کا مرجع حل اختلاف ہے۔

۳۔ اسی طرح سورہ ص کے بیشتر مباحث۔ یہ سورت قرآن کریم کی مشکل ترین سورتوں میں شمار ہوتا ہے۔(۱۳)۔

جسٹس محمد تقی عثمانی نے اپنی کتاب: "علوم القرآن" میں غلط تفسیر/ قرآن فہمی کے درج ذیل چار اسباب کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ نا اہلیت۔ ۲۔ قرآن کریم کو اپنے نظریات کے تابع بنانا۔

۳۔ زمانے کے افکار سے مرعوبیت۔ ۴۔ قرآن کریم کے موضوع کو غلط سمجھنا۔(۱۴)

ان فنی مباحث کی وجہ سے پیش آمدہ مشکلات کا ایک حل تو عربی زبان پر مکمل عبور ہے اور دوسرا کسی ماہر فن تفسیر سے اصول تفسیر کی تدریس اور قرآن مجید کی ان مشکلات آیات حل دریافت کرنا اور استاد کامل کے سامنے زانو قلمند طے کرنا ہے۔

۷۔ فہم قرآن کی مشکلات میں ایک اہم ترین مشکل اصول تفسیر نابلد ہونا ہے اور اس پر طرفہ تماشہ سے ہے کہ ایسے خودساختہ اصول تفسیر وضع کرنا ہے جن کا آج تک کسی نے نام تک نہ سنا ہو اس سلسلے میں مثال کے طور پر برصغیر کی معروف سماجی شخصیت میری مراد اس سے سرسید احمد خان کا نام لیا جاسکتا ہے

مثلاً سرسید احمد خان نے یہ دعویٰ کر دیا کہ قرآن کریم نے حضرت آدم علیہ السلام، فرشتوں اور ابلیس کا جو واقعہ بیان فرمایا

ہے وہ محض ایک تمثیل ہے، اور نہ آدم علیہ السلام کا کوئی شخصی وجود ہے، نہ فرشتوں کا اور نہ ابلیس کا۔ چنانچہ سر سید احمد خان صاحب لکھتے ہیں:۔

"آدم کے لفظ سے وہ ذاتِ خاص مراد نہیں ہے جس کو عوام الناس اور مسجد کے ملّا باوا آدم کہتے ہیں، بلکہ اس نوعِ انسانی مراد ہے"

آگے لکھتے ہیں:۔"اس قصے میں چار فریق بیان ہوئے ہیں، ایک خدا، دوسرے فرشتے (یعنی قوائے ملکوتی) تیسرے ابلیس یا شیطان (یعنی قوائے بہیمی) چوتھے آدم (یعنی انسان جو مجموعہ ان قویٰ کا ہے، اور جس میں مرد و عورت دونوں شامل ہیں) مقصود قصہ کا انسانی فطرت کی زبانِ حال سے انسان کی فطرت کا بیان کرنا ہے"۔(۱۵)

سوال پیدا ہوا کہ قرآن نے تو فرشتوں کے بارے میں یہ بیان کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تقدیس ہیت، قوّتِ نامیہ انماء اور قوت ناطقہ نطق، قوّتِ احراق حرق قوتِ سیّالہ سیلان، قوّتِ جامدہ انجماد کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتی"۔(۱۶)

پھر سوال پیدا ہوا کہ آدمؑ کے جنت میں رہنے، شجرہ ممنوعہ کھانے اور اور وہاں سے زمین پر اتارے جانے (ہبوط) کا کیا مطلب ہے؟ اس کے جواب میں "مجاز و تمثیل" کی یہ کرشمہ کاری ملاحظہ فرمایئے:۔

"ہم شروع ہی سے اس قصہ (یعنی آدم و ابلیس کے واقعہ) کو ایک واقعی قصہ نہیں سمجھتے، بلکہ صرف انسانی فطرت کا اُس فطرت کی زبانِ حال سے بیان قرار دیتے ہیں، پس انسان کا جنت میں رہنا میں رہنا اُس کی فطرت کی ایک حالت کا بیان ہے، جب تک وہ مکلّف کسی امر و نہی کا نہ تھا۔۔۔اور اس کا شجر ممنوعہ کے پاس جانا، اس کا پھل کھانا، اس کی فطرت کی اُس حالت کا بیان ہے جبکہ وہ غیر مکلّف سے مکلّف ہوا، ہبوط (یعنی اُترنے) کے لفظ کا استعمال صرف انتقال مکان ہی پر مختص نہیں ہے۔"(۱۷)

پھر بھی کوئی پوچھ سکتا تھا کہ اسی واقعے میں ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا تھا کہ مجھے آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آدمؑ کو مٹی سے، اس کا کیا مطلب ہے؟ اس کے جواب میں ارشاد ہوا:۔

"قوائے بہیمیہ کو جن کا مبدا حرارتِ غریزی و حرارتِ خارجی ہے آگ سے مخلوق ہونا بیان کرنا ٹھیک ٹھیک اُن کی فطرت کا بتلاتا ہے"(۱۸)

۲۔ قرآن کریم کو اپنے نظریات کے تابع بنانا

تفسیر قرآن کے سلسلے میں دوسری عظیم گمراہی یہ ہے کہ انسان اپنے ذہن میں پہلے سے کچھ نظریات متعین کر لے، اور پھر قرآن کریم کو اُن نظریات کے تابع بنانے کی فکر کرے، جیسا کہ علاّمہ ابن تیمیہؒ نے نشان دہی فرمائی ہے۔(۱۹) قدیم زمانے سے باطل فرقوں، ظاہر پرستوں، اور اپنے وقت کے فلسفے سے مرعوب لوگوں نے تفسیر قرآن میں یہی گمراہ کن طریقہ اختیار کیا ہے، اور الفاظِ قرآنی کو توڑ موڑ کر اپنے نظریات کے مطابق بنانے کی کشش کی ہے، حالانکہ یہ رزِ عمل دیا کے کسی بھی معاملہ میں حق وانصاف کے مطابق نہیں ہے، خاص طور سے قرآن کریم کے بارے میں یہ طریق کار اختیار کرنا اتنا بڑا ظلم ہے کہ اس کے برابر کوئی ظلم نہیں ہوسکتا، قرآن کریم نے جگہ جگہ اپنے آپ کو 'ہدایت'' کی کتاب قرار دیا ہے، ''ہدایت'' کے معنی یہ ہیں کہ 'جس شخص کو منزل کا راستہ معلوم نہ ہواُسے راستہ دکھلانا'' لہٰذا قران کریم سے 'ہدایت'' حاصل کرنے کے لیے ناگزیر ہے کہ انسان اپنے آپ کو اس شخص کی طرح خالی الذہن رکھے جسے اپنی منزل کا پتہ معلوم نہ ہو، اس کے بعد دل میں یہ اعتقاد پیدا کرے کہ قرآن کریم جو راستہ بتائے گا وہی میرے لیے صلاح وفلاح کا موجب ہو گا، خواہ اسے میری محدود عقل قبول کرے یا نہ کرے، اگر میری عقل ایسی ہی قابلِ اعتماد تھی کہ میں اس کے زور پر سب کچھ معلوم کر سکتا تھا تو پھر قران ریم کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اس اعتقاد کے ساتھ جب انسان قرآن کریم کی طرف رجوع کرے گا، اور اُن آداب وشرائط کو ملحوظ رکھے گا جو قرآن کریم سے ہدایت حاصل کرنے کے لیے ضروری ہیں تو اسے بلا شبہ ہدایت حاصل ہوگی اور وہ منزل مراد کو پالے گا۔

اس کے برعکس اگر کسی شخص نے محض اپنی عقل کی بنیاد پر کچھ مخصوص نظریات اپنے ذہن میں پہلے سے بٹھا لیے، اور پھر قرآن کریم کو اُن مخصوص نظریات کی عینک سے پڑھنا شروع کیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کی اس مقدس کتاب کو ہدایت حاصل کرنے کے لیے نہیں، بلکہ محض اپنے عقلی نظریات کی تائید حاصل کرنے کے لیے پڑھ رہا ہے، ظاہر ہے کہ جو شخص اپنی عقل پر اتنا بھروسہ کرتا ہو اور اپنی عقل کو قرآن کا خادم نہیں، بلکہ (معاذ اللہ) قرآن کو اپنی عقل اور خواہشات کا خادم بنانا چاہتا ہو۔۔۔قرآن کریم اسے ہدایت کی روشنی عطا کرنے سے بے نیاز ہے، ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی صحیح مراد تک پہنچنے کے بجائے اپنی گمراہی کی دلدل میں پھنستا چلا جاتا ہے، اور اُسے ہدایت کی توفیق نہیں ہوتی، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں قرآن کریم نے فرمایا ہے:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا".(۲۰)

''اللہ تعالیٰ اس (قرآن) کے ذریعے بہت سوں کو گمراہ کرتا ہے، اور بہت

سوں کو ہدایت بخشتا ہے"۔

"لہٰذا قرآن کریم سے ہدایت حاصل کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اپنے ذہن کو دوسرے نظریات سے خالی رکھے ایک طالبِ حق کی طرح قرآن ریم کی طرف رجوع کیا جائے، اور اس کی مراد سمجھنے کے لیے جن علوم کی ضرورت ہے، اُن کو حاصل کر کے اس کی تفسیر معلوم کی جائے، اور اس طرح جو کچھ ثابت ہو اس پر ایک سچے مؤمن کی طرح ایمان رکھا جائے، اور جو شخص اتنی استطاعت نہ رکھتا ہو، یا اُسے اپنے ذہن پر یہ اعتماد نہ ہو اس کے لیے سیدھا راستہ یہ ہے کہ وہ خود "تفسیر قرآن" کی وادی میں قدم رکھنے کے بجائے اُن لوگوں کی تفسیر پر بھروسہ کرے، جنہوں نے اپنی عمریں اسی کام میں صرف کی ہیں، اور جن کی علمی بصیرت اور للّٰہیت وخدا ترسی پر اُسے زیادہ اعتماد ہو"۔(۲۱)

۳۔ زمانے کے افکار سے مرعوبیت:

تفسیر قرآن کے سلسلے میں تیسری گمراہی یہ ہے کہ انسان اپنے وقت کے فلسفیانہ اور عقلی نظریات سے ذہنی طور پر مرعوب ہو کر قرآن کریم کی طرف رجوع کرے، اور تفسیر قرآن کے معاملے میں اُن نظریات کو حق وباطل کا معیار قرار دے، یہ گمراہی دراصل دوسری گمراہی کے ذیل میں خود بخود آجاتی ہے، لیکن چونکہ ہمارے زمانے میں مغربی افکار سے مرعوبیت نے خاص طور سے بڑی قیامت ڈھائی ہے اس لیے یہاں اس گمراہی کو مستقل طور سے ذکر کیا جا رہا ہے،

"تاریخ اسلام کے ہر دور میں ایسے افراد کی ایک جماعت موجود رہی ہے جو قرآن وسنت کے علوم میں پختگی پیدا کیے بغیر اپنے زمانے کے فلسفے کی طرف متوجہ ہوئے، اور وہ فلسفہ ان کے ذہنوں پر اس بُری طرح مسلّط ہو گیا کہ وہ اس کے بنائے ہوئے فکر ونظر کے دائروں سے باہر نکلنے کی صلاحیت سے ہی محروم ہو گئے، اس کے بعد جب انہوں نے قرآن کریم کی طرف رجوع کیا، اور اس کی بہت سی باتیں انہیں اپنے آئیڈیل فلسفے کے خلاف محسوس ہوئیں تو انہوں نے اس فلسفے کو جھٹلانے کے بجائے قرآن کریم میں تحریف وترمیم شروع کر دی، اور اس کے الفاظ کو کھینچ تان کر اپنے فلسفیانہ افکار کے مطابق بنانا شروع کر دیا۔"(۲۲)

۴۔ قرآن کریم کے موضوع کو غلط سمجھنا:

"تفسیر قرآن کریم کے بارے میں چوتھی گمراہی یہ ہے کہ بعض لوگ قرآن کریم کے موضوع کو ٹھیک ٹھیک نہیں سمجھتے، اور اس میں وہ باتیں تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو اس کے موضوع سے خارج ہیں، مثلاً بعض حضرات اس جستجو میں رہتے ہیں کہ قرآن کریم سے کائنات کے تمام سائنسی اور طبعی حقائق مستنبط کیے جائیں، اور سائنس کے مسلّمات کو قرآن سے ثابت کیا جائے، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر قرآن سے سائنس کے یہ مسائل ثابت نہ ہو سکے، تو (معاذ اللہ) یہ قرآن کریم کا

نقص ہوگا، چنانچہ وہ پورے خلوص کے ساتھ قرآنی آیات سے سائنسی مسلمات ثابت کرنے کی فکر میں رہتے ہیں، اور بعض اوقات اس غرض کے لیے قرآنی الفاظ کو غلط معنی پہنچا دیتے ہیں، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ قرآن کریم کا اصل موضوع سائنس نہیں ہے، اس میں اگر کہیں کائناتی حقائق کا ذکر آیا ہے تو ضمنی طور سے آیا ہے، لہٰذا اگر اس مین کہیں کوئی سائنٹیفک حقیقت واضح طور سے مل جائے تو اُس پر تو بلا شبہ ایمان رکھنا چاہیے، لیکن سائنس کا کوئی مسئلہ پہلے سے ذہن میں رکھ کر قرآن کریم سے اُسے زبردستی نکالنے کی کوشش ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص طب کی کتاب میں قانون کے مسائل تلاش کرنے لگے"۔(۲۳)

فہم قرآن کی مشکلات کے بارے میں بہترین بات جسٹس محمد عثمانی صاحب نے فرمائی ہے اور وہ ہے کاتب کا مناظرانہ انداز تفکیر وتحریر پر جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کاتب اپنی ذہنی ترجیح کے مطابق پہلے ایک فیصلہ کرلیتا ہے اور پھر اسے قلمبند کرتا ہے اس کے بعد اپنی بات / فیصلہ کے مطابق دلائل جمع کرتا ہے تاکہ اپنے دعویٰ کو ہر حال میں درست ثابت کرے۔

اور دوسرا طریقہ محققانہ ہے کہ یہ محقق زیر بحث موضوع سے متعلق دونوں قسم کے دلائل موافق ومخالف تحریر کر دے اور فیصلہ قاری پر چھوڑ دے۔(۲۴) اول الذکر کی مثال پروفیسر ڈاکٹر محمد حمید اللہ (2002) کا سنن ابی داؤد میں مذکور ام ورقہ کی مثال سے عورت کی امامت پر استدلال کرنا ہے۔(۲۵)

اسی طرح ڈاکٹر صاحب کا سورہ النساء کی آیت نمبر ۳

"وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ"(۲۶)

"اور اگر تمہیں ڈر ہو کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کر کے تم انصاف نہ کرسکو گے
تو اور عورتوں میں سے جو بھی تمہیں اچھی لگیں تو اُن سے نکاح کرلو، دو دو،
تین تین، چار چار سے"۔

اس آیت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو ثابت کرنے کے لیے یہ سوال اٹھایا کہ کیا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت پر عمل کیا؟" ڈاکٹر حمید اللہ کو اس آیت سے یہ غلط فہمی ہوئی کہ اس پر عمل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی ضروری ہے چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں چار سے زائد بیویاں تھیں اس لیے ڈاکٹر صاحب نے اس کی توجیح یہ کی کہ اس آیت پر عمل کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صورت نکالی کہ کچھ بیویوں کو اپنی

مستقل بیویوں کے طور پر رکھا اور کچھ کو اعزازی بیویاں (زوجات شرف) کے طور پر رکھا یوں اُن میں سے چار سے زائد کے ساتھ ازدواجی تعلق بھی نہیں رکھا اور اُن کو طلاق بھی نہیں دی۔(۲۷)

ڈاکٹر صاحب نے ازدوجِ مطہرات کی یہ تقسیم (عام بیویاں اور اعزازی بیویاں) جو کی ہے گزشتہ ۱۴۳۴ سال ۶ ماہ ۱۰ دن (تادمِ تحریر) میں امت مسلمہ میں سے آج تک کسی نے نہیں کی۔

۳۔ اسی طرح مولانا امین احسن اصلاحی (1904ء تا 14 دسمبر 1997) کا سورہ البقرہ کی آیت نمبر 230

''فَإِن طَلَّقَهَا فَلاَ تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىَ تَنكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ فَإِن طَلَّقَهَا فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَن يَتَرَاجَعَا إِن ظَنَّا أَن يُقِيمَا حُدُودَ اللّهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ''(۲۸)

''پھر اگر اُس کو (تیسری بار) طلاق دے دیے تو اب اُس کے لیے حلال نہیں جب تک کہ وہ عورت اُس کے سوا دوسرے سے نکاح نہ کر لے، پھر اگر وہ بھی طلاق دے دے تو اِن دونوں کو میل جول کر لینے میں کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ یہ جان لے کہ اللہ کی حدوں کو قائم کر سکیں گے، یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں جنہیں وہ جاننے والوں کے لیے بیان فرما رہا ہے''۔

کی تفسیر میں مطلقہ ثلاث کی اپنے پہلے خاوند کے لیے حلت کے لیے زوج ثانی سے صرف نکاح کو کافی قرار دیا ہے(۲۹) اور اُس کی مباشرت اُن کے نزدیک ضروری نہیں ہے جب کہ صحیح بخاری کی روایت میں رفاعہ القرظی کی روایت سے نکاح کے ساتھ مباشرت ضروری معلوم ہوتی ہے۔(۳۰)

۴۔ اِسی طرح سورہ النور کی آیت نمبر 2

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِئَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ''(۳۱)

''زنا کار عورت و مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اِن پر اللہ کی شریعت کی حد جاری کرتے ہوئے تمہیں ہرگز ترس نہ کھانا چاہیے، اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہو، اُن کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیے''۔

اس آیت کی تفسیر میں اُن کا یہ فرمانا ہے کہ یہ سو کوڑے کی سزا ہر قسم کے زانی کے لیے ہے خواہ وہ شادی شدہ (محصن) یا غیر شادی شدہ (غیر محصن) (۳۲) جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زانی کے محصن (شادی شدہ) ہونے کی صورت میں رجم کی سزا دی ہے جن میں ماعز بن مالک الاسلمی اور غامدیہ کے رجم کا واقعہ صحیحین میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔(۳۳)

مولانا امین احسن اصلاحی ماعز بن مالک الاسلمی کے رجم کو شادی شدہ ہونے کی بناء پر رجم کی سزا قرار نہیں دیتے، بلکہ اُن کا یہ کہنا ہے کہ اُن کو اُن کا رجم سورہ المائدہ کی آیت نمبر 33

"إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَاداً أَن يُقَتَّلُواْ أَوْ يُصَلَّبُواْ أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلافٍ أَوْ يُنفَوْاْ مِنَ الأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ".(۳۴)

"جو اللہ تعالیٰ سے اور اُس کے رسول سے لڑے اور زمین میں فساد کرتے پھیریں اُن کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کر دیے جائیں یا سولی چڑھا دیے جائیں، یا انہیں جلا وطن کر دیا جائے، یہ تو ہوئی اُن کی دنیوی ذلت اور خواری، اور آخرت میں اُن کے لیے بڑا بھاری عذاب ہے"۔

اِس آیت کی روشنی میں اُن کے رجم کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اُن کا معاشرتی رویہ درست نہیں تھا اس لیے ہر ایسا آدمی جو فساد فی الارض کا مرتکب ہو یا معاشرے میں لاءاِن آرڈر کا مسئلہ پیدا کرے تو اُس کو یہ سزا دی جا سکتی ہے[۳۳] لہٰذا اِسی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز بن مالک کا رجم کروایا تھا (۳۵) گویا کہ مولانا اصلاحی صحیح حدیث سے رجم کے ثبوت کے قائل نہیں ہیں اور نہ ہی وہ اِس سلسلے میں سورہ النور کی مذکورہ بالا آیت نمبر ۲ کی حدیث کی بناء پر تخصیص کے قائل ہیں۔ اُن کا یہ کہنا ہے کہ آپ خواہ اِسے تخصیص کہیں یہ بہر حال قرآن کا حدیث سے نسخ ہی ہوگا جو کسی طرح بھی جائز نہیں ہے، اور انہوں نے سورہ المائدہ کی مذکورہ بالا آیت نمبر ۳۳ سے جس زانی کے لیے رجم کی سزا کا اثبات کیا ہے دنیا میں آج تک کسی مفسر نے اِس آیت سے رجم کا اثبات نہیں کیا بلکہ امت کے جمہور اہل علم شادی شدہ زانی کے رجم کے حدیثِ صحیحہ کی بناء پر قائل ہیں۔

۵۔ اسی طرح عصر حاضر کے بزعم خود (مجتہد مطلق) جناب جاوید احمد غامدی کا سورہ ال عمران کی آیت نمبر 55

"إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ

الَّذِیْنَ کَفَرُواْ وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُواْ إِلَی یَوْمِ الْقِیَامَةِ
ثُمَّ إِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَأَحْکُمُ بَیْنَکُمْ فِیْمَا کُنتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُونَ" (۳٦)

''جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ! میں تجھے پورا لینے والا ہوں اور تجھے اپنی جانب اٹھانے والا ہوں اور تجھے کافروں سے پاک کرنے والا ہوں اور تیرے تابعداروں کو کافروں کے اوپر غالب کرنے والا ہوں قیامت کے دن تک، اور پھر تم سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے، میں ہی تمہارے آپس کے تمام تر اختلافات کا فیصلہ کروں گا''۔

اِس آیت کی روشنی میں حضرت عیسیٰ کی وفات اور اُس کے بعد اُس کے رفع الی السماء کے قائل ہیں۔(۳۷)

فہم قرآن کی رکاوٹوں میں سے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (۳۱ دسمبر ۲۰۰۰) کے بقول ایک اہم رکاوٹ خود قرآن پاک کی تفاسیر ہیں اِس لیے وہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی انسان کو فہم قرآن کی مبادیات سے وافر حصہ عطا فرما دیں تو پھر اُسے چاہیے کہ وہ براہ راست قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرے۔

اِس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ ہر حال میں سیرت طیبہ کی مکمل اتباع کرے کہ جتنی جتنی اُس آدمی کی زندگی سیرت طیبہ کے مطابق ہوگی اللہ تعالیٰ قرآن فہمی کے لیے اُس کے ذہن کو اُتنا ہی کھولتا چلا جائے گا۔

اس وقت وطن عزیز کی 218 جامعات میں سے صرف 3 جامعات میں قرآن وتفسیر کے شعبہ جات ہیں اور اِن میں سے کسی ایک میں بھی مکمل ترجمہ قرآن نہیں پڑھایا جاتا اِس کے علاوہ وطن عزیز کی جن جامعات میں ایم اے علوم اسلامیہ ہوتا ہے اُن میں بھی راقم کی اطلاع کے مطابق مکمل ترجمہ قرآن کسی جگہ بھی شامل نصاب نہیں ہے۔

جہاں اعلیٰ تعلیم کے اداروں میں تخصص فی التفسیر کرنے والے طلبہ قرآن پاک کا پورا ترجمہ ہی نہ پڑھ سکتے ہوں تو تدبر قرآن کہاں تک ہوگا اس کا جواب خود ہی تلاش کرلیں۔

بہاولپور شہر میں دینی تعلیمی ادارے

اس وقت بہاولپور شہر کی آبادی ایک اندازے کے مطابق 2 ملین ہے اس میں مساجد اور مدارس کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے اور پبلک سیکٹرز میں معاصر نظام تعلیم کے لیے 178 ادارے کام کر رہے ہیں حکومتی جامعات ابتدائی، ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے ادارے اِس کے علاوہ ہیں ان تمام حکومتی تعلیمی اداروں میں اسلامیات کے نصاب کا حال ہم سب کو اچھی طرح معلوم ہے اور صورت حال یہ ہے کہ حکومتی جامعات میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ و طالبات کی اکثریت

اسلام کی بنیادی تعلیمات سے ہی بے بہرہ ہیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ نصاب تعلیم میں بنیادی اسلامی تعلیمات کو شامل نصاب کیا جائے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ فہم قرآن میں مشکلات کے درج ذیل اسباب ہیں۔

۱۔ فہم قرآن کے لیے بنیادی ضروری علوم سے عدم واقفیت۔	۲۔ نااہلیت
۳۔ قرآن کریم کو اپنے نظریات کے تابع بنانا	۴۔ زمانے کے افکار سے مرعوبیت
۵۔ قرآن کریم کے موضوع کو غلط سمجھنا	۶۔ جس کے دل میں بدعت کی گندگی بھری ہو۔
۷۔ کبر وغرور	۸۔ خواہشات نفسانیہ
۹۔ حب دنیا	۱۰۔ گناہوں پر اصرار
۱۱۔ ایمان واعتقاد کمزور ہو۔	۱۲۔ مفسر کا مناظرانہ انداز جس کی مثالیں مطالعہ میں گزری ہیں
۱۳۔ غیر مستند تفاسیر قرآن	۱۴۔ ہمارے وسائل آمدنی۔

وطن عزیز کا سود پر مبنی انڈسٹریل اینڈ بینکنگ سسٹم جن وابستہ افراد کی اکثریت مسلمان کہلاتی ہے۔ اور سود پر مبنی نظام معیشت پر نہ صرف یہ کہ یقین رکھتی ہے بلکہ کامیابی کے ساتھ اُسے سہارا بھی دے رہی ہے۔ اور اسی آمدنی میں سے اپنی اولاد کا اُن کی تربیت پر، اُن کی تعلیم پر اور اس کے ساتھ ساتھ مساجد و مدارس کی تعمیر پر خرچ کر رہی ہیں۔

فہم قرآن میں مشکلات اور موانعات کا حل: ۱۔ جن معنوی رکاوٹوں کا اوپر ذکر کیا گیا ان سے مکمل اجتناب۔

۱۔ مفسر کے لیے جن ظاہری علوم کا جاننا اہل علم نے ضروری قرار دیا ہے اس پر مکمل عبور حاصل کرنا۔

۳۔ صاحب قرآن کی سیرت طیبہ کی ہر معاملے میں ہر وقت ہر حال میں مکمل اتباع۔

۴۔ جس شخص کو فہم قرآن کے بنیادی علوم حاصل ہو جائیں تو پھر براہ راست قرآن سے استفادہ کرنا۔

۵۔ اللہ تعالیٰ سے فہم قرآن کے لیے تہجد کے اوقات میں مسلسل انتہائی عاجزی اور خشوع کے ساتھ دُعا کرتے رہنا۔(۳۸)

یہ بات عام قاری کے لیے ہے کی طرف رجوع کی ضرورت پیش آتی ہے ورنہ محققین کا معاملہ اس سے مختلف ہے کہ ان کو بعض اوقات اپنی تصنیف کے لیے بیسیوں کتب اور ایسا کرنا ضروری ہوتا ہے۔(۳۹)

کتب تفسیر (عربی واُردو) بحثون مفسرین ومصنفین کی دقیقہ سنجیوں اور نکتہ آفرینیوں سے پرہیز کیا جائے بعض اوقات قرآن مجید کے چشمہ صافی سے انسانی عقول وعلوم کا ایسا ہی سایہ پڑ جاتا ہے جیسا کہ کسی صاف شفاف چشمہ پر کنارے

کے درختوں کے گھنے سایہ کا، اور پھر اس میں وہ لطافت و اصلیت اور کلام الٰہی کی تلاوت و لذت باقی نہیں رہتی جو اس کی اصل زبان ہے، بلکہ بعض اوقات یہ تجربہ ہوا ہے کہ تفسیر پڑھنے والا کسی لائق و ذہین انسان کی تفہیم سے (جس سے وہ پہلے سے متاثر تھا) اس نے کچھ زیادہ ہی متاثر ہو جاتا ہے جتنا کہ اصل کلام سے اس کو متاثر ہونا چاہیے اور اس کے ذہن کسی روزن سے یہ بات اس کے شعور میں داخل ہو جاتی ہے کہ اس کلام کی عظمت و جلال اور اس کا حسن و جمال شاہد اس تفہیم کے بغیر سامنے نہ آتا اور کم از کم یہ بات ضرور ہوتی ہے کہ انسان کلام الٰہی کو اس کے کسی خاص مفسر یا شعر یا ترجمان کی عینک ہی سے دیکھنے کا عادی بھی جاتا ہے۔(۴۰)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ فہم قرآن کے لیے اہل علم نے جن بنیادی علوم کا جاننا ضروری قرار دیا ہے ہے پہلے اُنہیں حاصل کیا جائے اس کے بعد فہم قرآن میں اُوپر جن موانعات کا ذکر کیا گیا ہے اُن سے اجتناب بھی ضروری ہے اور اس کے ساتھ یہ کہ قرآن مجید کو کتاب ہدایت سمجھ کر پڑھا جائے نہ کہ کس خاص مسلک یا مفسر کے خیالات کے تابع اس کتاب مقدس کا مطالعہ کیا جائے۔اللہ تعالی سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں صحیح معنوں میں قرآن پاک سمجھنے اور اخلاص کے ساتھ اس کے احکامات کے مطابق تا حیات زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین ثم آمین)

حوالہ جات

۱۔ سورۃ القمر آیت:۱۵۔۲۔

۲۔ سورۃ محمد آیت:۲۴۔

۳۔ التفسیر والمفسر ون۔ڈاکٹر محمد حسین ذہبی ۱/۱۵۔

۴۔ الاتقان فی علوم القرآن ۱/۸۲ علامہ جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ)۔

۵۔ سابق مرجع۔

۶۔ البرھان فی علوم القرآن ۱/۱۸۔بدرالدین الزرکشیؒ۔

۷۔ سورۃ الاعرف آیت:۱۴۶۔

۸۔ البرھان فی علوم القرآن ۱/۱۸۔

۹۔ اُصول التفسیر۔۱/۹۲۔ڈاکٹر حافظ افتخار احمد۔

۱۰۔ سورۃ آل عمران آیت:۷۔

۱۱۔ سورۃ البقرۃ آیت:۱۰۲۔

۱۲۔ سورۃ النساء آیت:۱۰۹۔

۱۳۔ مثال کے طور پر ملاحظ فرمائیں سورۃ ص آیت :۲۱ تا ۲۴ و ۳۱۔۳۴۔

۱۴۔ علوم القرآن ص:۳۵۹ ومابعد۔

۱۵۔ تفسیر القرآن ۱/۴۔سرسید احمد خان۔

۱۶۔ سابق مرجع۔

۱۷۔ سابق مرجع ص:۵۱۔

۱۸۔ سابق مرجع ص:۵۱۔

۱۹۔ اُصول تفسیر امام ابن تیمیہ ص ۲۳۔مکتبہ علمیہ، لاہور۔

۲۰۔ سورۃ البقرۃ آیت ۲۶۔

۲۱۔ علوم القرآن ص ۳۷۳۔

۲۲۔ علوم القرآن ص:۳۷۳۔۳۷۴۔

۲۳۔ سابق مرجع ص:۳۸۶۔۳۸۷۔

۲۴۔ ضبط ولادت کی شرعی حیثیت ص ۴۰ مولانا محمد تقی عثمانی۔

۲۵۔ خطبات بہاولپور ص:۱۵۔

۲۶۔ سورۃ النساء آیت:۳۔

۲۷۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا مضمون بعنوان ''ھل خالف النبی علیہ الصلوۃ والسلام اوامر الآیۃ'':مثنیٰ وثلٰث ورباع''؟
الدراسات الاسلامیہ، عدد نمبر ۴ جلد ۲۴ اکتوبر۔دسمبر ۱۹۸۹ء۔محرم ربیع الاول ۱۴۰۸ھ۔

۲۸۔ سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۲۳۰۔

۲۹۔ تفسیر تدبر قرآن ۱/۵۳۸۔

۳۰۔ صحیح بخاری۔کتاب الطلاق ۳۔۸۰۱۔

۳۱۔ سورۃ النور آیت:۲۔

۳۲۔ تدبر قرآن ۴/۵۰۰۔

۳۳۔ صحیح مسلم ۶۔۱۹۸۔۱۹۹۔

۳۴۔ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۳۳۔۳۴۔

۳۵۔ تدبر قرآن ۴/۵۰۳۔۵۰۴۔

۳۶۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۵۵۔

۳۷۔ ماہنامہ ''اشراق'' ۱۹۹۱ء۔لاہور۔

۳۸۔ مطالعہ قرآن کے اُصول ومبادی۔مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (31 دسمبر 2000ء) ص:۱۹۳۔

۳۹۔ سابق مرجع ص:۱۹۴۔

۴۰۔ مولانا ندویؒ نے اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ: یہ بات قرآن مجید کے اوسط درجہ کے تلاوت ومطالعہ کرنے والے لئے ہے۔جبکہ علماء کبار، اساتذہ اور مدرسین تصنیفی کام کرنے والوں اور کلامی مسائل پر لکھنے اور بحث کرنے والوں کا معاملہ اس سے مختلف ہے، ان کو بعض اوقات اپنی تصنیفات کے لیے درجنوں بلکہ بیسیوں کتب تفسیر، کتب لغت ونحو اور عارفین محققین کی تصانیف کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت پیش آتی اور ایسا کرنا ضروری ہوتا ہے۔مطالعہ قرآن کے اُصول ومبادی ص:۱۹۴۔